خدا کی صفات کا علم انسان کے فائدہ کیلئے ہے۔ مالی قربانی کرتے وقت پہلے اپنی نیتوں کو درست اور پاک کریں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 9/ جون 1995ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے درج ذیل آیت کریمہ تلاوت کی۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَنفِقُواْ مِن طَيِّبَٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ ٱلْأَرْضِ ۖ وَلَا تَيَمَّمُواْ ٱلْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ وَلَسْتُم بِـَٔاخِذِيهِ إِلَّآ أَن تُغْمِضُواْ فِيهِ ۚ وَٱعْلَمُوٓاْ أَنَّ ٱللَّهَ غَنِىٌّ حَمِيدٌ ﴿٢٦٨﴾ (البقرہ: 268)

پھر فرمایا:۔

خدا تعالیٰ کے اسماء کا مضمون جاری ہے اور اس تعلق میں جب کوئی خاص موقع کسی خصوصی نصیحت کا آتا ہے تو اس کا بھی ذکر کرتا ہوں اور کوشش کرتا ہوں کہ ان دونوں مضمونوں کا آپس میں بھی رابطہ قائم رہے۔ آج جو بعض ممالک کے اہم اجلاسات ہو رہے ہیں۔ ان میں سب سے پہلے بنگلہ دیش ہے۔ جس کی آج 9/ جون کو مجلس شوریٰ منعقد ہوگی اور تین دن جاری رہے گی۔ دوسری جماعت یوگنڈا ہے جس کا سالانہ جلسہ بھی ہے اور مجلس شوریٰ بھی۔ یہ بھی اسی طرح 9/ جون کو شروع ہو کر 11/ جون تک یہ اجلاسات اور جلسے جاری رہیں گے۔ ان دونوں جماعتوں نے اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ اس جلسے پر ان کو براہ راست مخاطب کیا جائے تا کہ وہ عالمی مواصلاتی رابطے کے ذریعے مجھے اپنے

ساتھ شامل کر سکیں اور میں ان کے ساتھ شامل ہوسکوں۔

جو آیت میں نے تلاوت کی ہے اس میں خدا تعالیٰ کی صفت غنی اور حمید کا ذکر ملتا ہے اور جہاں جہاں بھی لفظ غنی کا ذکر آیا ہے وہاں دو طرح سے انسان کو اس کی خاص بعض مہلک حالتوں سے متنبہ کرنے کے لئے آیا ہے۔ اول خدا تعالیٰ سے منہ موڑ لیں اور اعراض کریں اور اس کے پیغام کو پیٹھوں کے پیچھے پھینک دیں۔ ایسے موقعوں پر ذکر کر کے بھی خدا تعالیٰ نے اپنے غنی ہونے کا ذکر فرمایا ہے اور جہاں مالی اعانت سے ہاتھ کھینچ لیں یا خدا تعالیٰ کے حضور مال پیش کرتے وقت گندہ اور بوسیدہ مال دے دیں جو ان کے کسی کام کا نہ ہو اور اچھا اور پاکیزہ مال اپنے لئے رکھ لیں۔ اس موقع پر بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت غنی کا خصوصیت سے ذکر فرمایا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کی صفات کو سمجھنے کے لئے جوڑوں کا جو استعمال ہے۔ قرآن کریم میں وہ بہت مد ہوتا ہے۔ مختلف موقع اور محل کے مطابق اللہ تعالیٰ اپنی ایک صفت کے ساتھ ایک دوسری صفت کو بیان فرما دیتا ہے۔ جس کے نتیجے میں بعض غلط فہمیاں دور ہو جاتی ہیں اور بعض مزید مثبت مضامین نظر کے سامنے ابھرتے ہیں۔ اس مختصر تمہید کے ساتھ اب میں اس آیت کریمہ کا ذکر کرتا ہوں۔ جس کی میں نے تلاوت کی ہے۔ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ ۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو پاکیزہ چیزوں میں سے جو تم کماتے ہو وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ اور ہم نے جو دراصل زمین سے تمہارے لئے نکالی ہیں۔ تو یہاں یہ نہیں فرمایا براہ راست کہ جو ہم تمہیں پاکیزہ چیزیں عطا کرتے ہیں۔ ان میں سے بلکہ ان کے کمانے کا ذکر کر کے پھر یہ یاد دلایا کہ جو کچھ تم کماتے ہو وہ دراصل ہم ہی پیدا کرتے ہیں اور اول طور پر یہ ہماری ہی عطا ہے۔ اس بات کو نہ بھولنا اور كَسَبْتُمْ کہہ کے ان کی کمائی کا ذکر کر کے ان سے جو یہ فرمایا گیا اس میں سے خرچ کرو تو اس کی آگے ایک حکمت ہے جو اس آیت کے اگلے حصے سے کھل جاتی ہے۔

فرمایا يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ جو کچھ تم کماتے ہو وہ تمام تر طیبات پر مشتمل نہیں ہوتا بسا اوقات ان میں تمہاری ناپاک چیزیں بھی شامل ہو جاتی ہیں اور بعض چیزیں کمانے کے بعد پھر گندی ہو جاتی ہیں جو کچھ بھی تم کماتے ہو اس میں سے پاک چیزیں خدا کی راہ میں خرچ کیا کرو۔ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ اب واؤ ڈال کر

کَسَبْتُمْ کے اندر جو کثیف پہلو تھا اس سے اگلے مضمون کو الگ کر دیا ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ مِمَّآ بلکہ فرمایا وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا جو کچھ ہم زمین میں سے تمہارے لئے نکالتے ہیں اس میں سے خرچ کیا کرو۔ خدا تمہارے لئے زمین سے پاک چیزیں ہی اُگاتا ہے اور پاک چیز ہی تمہارے لیے پیدا فرماتا ہے وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ یا یوں پڑھیں گے وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ اور خبیث، ناکارہ، گندی چیزیں خدا کی راہ میں پیش کرنے کی نیت ہی نہ باندھو، ارادہ بھی نہ کرو، سوچو بھی نہ اس کا۔ یہاں ولا تنفقوا نہیں فرمایا وَلَا تَيَمَّمُوا۔ تیمموا کا مطلب ہوتا ہے نیت باندھنا، ارادہ باندھنا، ایک فیصلہ کرنا کسی خاص غرض سے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تمہاری نیت ہی میں داخل نہ ہو یہ بات اشارۃً بھی تمہارے دماغ میں یہ بات نہیں آنی چاہئے کہ اللہ کی راہ میں ناپاک چیزیں پیش کرو۔ خصوصیت سے فرمایا وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ جبکہ تمہارا اپنا یہ حال ہے کہ گند بھی کماتے ہو، گند کھاتے بھی ہو سب کچھ کر لیتے ہو مگر بعض چیزیں ایسی ہیں کہ اگر وہ تمہیں دی جائیں تو سوائے اس کے کہ تمہاری نظریں شرم سے جھک گئی ہوں اور تم آنکھ اُٹھا کر دیکھ نہ سکو ان چیزوں کو قبول نہیں کرتے اور اگر چاہتے ہو قبول کرنا تو چھپ کر قبول کرنا چاہتے ہو۔ نظر جھکانے کا مضمون چھپنے کے مضمون سے بڑا گہرا تعلق رکھتا ہے۔ جب انسان خطرات سے آنکھیں بند کر لیتا ہے تو دیکھنا نہیں چاہتا اس چیز کو، نہ کسی کو دکھانا چاہتا ہے۔ تو جس سے تم خود چھپتے ہو، اپنی نظروں میں شرما جاتے ہو، کہاں پسند کرو گے کہ لوگوں کے سامنے وہ چیزیں تمہیں دی جائیں جن کو قبول کرنا ہی تمہاری عزت نفس کے لئے دوبھر ہے اور بہت مشکل کام ہے۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ اور خوب اچھی طرح جان لو کہ اللہ غنی ہے۔ غنی کے دو معنے ہیں۔ اللہ کو اموال کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ سب سے زیادہ اموال و دولت کا ہر چیز کا مالک وہ ہے اس لئے امارت کا اگر کوئی تصور ہے تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہی باندھا جا سکتا ہے۔ اس کے مقابل پر یہ تصور کسی انسان پر اطلاق پائے گا تو بہت ناقص حالت میں پائے گا۔ اصل غنی تو اللہ ہے جو پیدا کرتا ہے، پیدا کر سکتا ہے، ہر چیز اسی کی ہے۔ پھر ساتھ فرمایا غنی ان معنوں میں کہ جس کا سب کچھ ہو وہ بے پروا بھی ہوتا ہے۔ اس کو اگر کچھ پیش کیا جائے۔ اگر بہترین بھی پیش کیا جائے تو تب بھی اس کو ضرورت نہیں کیونکہ وہ خود مالک ہے۔ اس لئے اگر قبول کرتا ہے تو تمہاری خاطر کرتا ہے۔ تو اس کو کیا مصیبت پڑی ہے کہ تم سے گندی چیزیں بھی قبول کرے جبکہ اچھی

کا بھی محتاج نہیں۔ تو اس سے غنٰی کا دوسرا معنی ابھرتا ہے کہ وہ مستغنی ہے اسے کوئی بھی پرواہ نہیں ہے کہ وہ کسی سے کچھ حصہ لے یا مانگے یا اس کا محتاج ہو وہ کسی سے مانگنے کا محتاج نہیں۔

اور وہ حمید ہے اور حمید ہونا بتاتا ہے کہ وہ اگر لے گا تو وہی لے گا جس سے اس کی حمد ظاہر ہوتی ہے۔ جس سے اس کی عظمت اور مرتبہ اور خصوصیت سے اسکی حمد کا مرتبہ روشن ہوتا ہے اور کوئی شخص جو ایسی چیز قبول کرتا ہے جو کسی پہلو سے بھی ناقص ہے وہ حمید نہیں رہتا کیونکہ پتا چلتا ہے کہ کمزور چیز کو، ناقص چیز کو، سمجھنے دیکھنے کے باوجود اگر اس نے لیا ہے تو ضرور محتاجی بہت کسی حد تک پہنچ چکی ہے۔ ایسی حد تک پہنچ چکی ہے کہ اس کے بغیر اس کے لئے چارہ نہیں تھا کہ عزت نفس کو قربان کر دیتا۔ یہ محتاجی اگر انسان میں کھانے پینے کے معاملے میں ایک حد سے تجاوز کر جائے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بے شک سؤر بھی کھالیا کرو جان بچانے کی خاطر۔ اس لئے ناپاک چیز بھی جان بچانے کی خاطر استعمال ہو سکتی ہے جب احتیاج بڑھ جائے۔ تو اللہ کو احتیاج نہیں ہے اور جس کو احتیاج ہو وہ حمید نہیں ہوتا۔ پس ہر انسان چونکہ محتاج ہے اس لئے بذات خود حمید نہیں ہے۔ حمید خدا سے تعلق جوڑ کر ان صفات سے کچھ حصہ پائے تو حمید ہو سکتا ہے۔ مگر جزوی طور پر، خدا کی حمد کے سائے کے نیچے اور حمید بننے کے لئے حمد کرنی پڑے گی جتنی وہ خدا کی حمد کرے گا۔ اتنا ہی اس کے اندر حمید ہونے کی صلاحیت بڑھتی چلی جائے گی اور اگر وہ خدا کے معاملے میں یہ احتیاط کرے کہ ہمیشہ اپنی اچھی اور پاک چیز پیش کرے ایسی چیز جو قبول کرتے وقت اس کا دل خود خوشی محسوس کرتا ہو تو اس کے نتیجے میں خدا کے غنی ہونے کا مستغنی والا مضمون نہیں بلکہ دولت مند ہونے والا مضمون اس کے حق میں روشن ہوگا اور اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ اس کو بھی اپنی حمد میں سے حصہ دے گا۔ تو اس مضمون میں مثبت پہلو بھی ہیں اور منفی پہلو بھی ہیں۔ انسان کے اختیار میں ہے کہ چاہے تو وہ مثبت پہلو اختیار کرلے چاہے تو منفی پہلو اختیار کرے۔

ابھی چند دن ہوئے ایک احمدی دوست کا خط آیا کہ ایک دوست تھے ان کا رویہ جماعت کے ساتھ بڑا متشددانہ اور مخالفانہ تھا مگر صاحب فہم، تعلیم یافتہ، روشن دماغ تو ان کو ایک دفعہ میں نے اصرار سے دعوت دے کر آپ کے ایک خطبے پر بلایا اور وہ خطبہ غالباً یہی صفات باری تعالیٰ کا تھا۔ خطبہ سننے کے بعد انہوں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور انہوں نے کہا شکر ہے کہ تم نے مجھے وہ دکھا دیا جس کے برعکس میں سنا کرتا تھا اور اب مجھے سنے سنائے کا اعتبار نہیں رہا۔ آنکھوں دیکھے کا اعتبار ہو گیا اور جو چیز

سنی ہے اب وہ بالکل برعکس ہے جو میں پہلے سنا کرتا تھا۔ اس لئے مجھے دلچسپی پیدا ہوگئی ہے اور جو باتیں بیان کی گئی ہیں ان سے مجھے اتفاق ہے لیکن میرے بعض سوالات ہیں وہ سوالات بھجوادیں تا کہ وہ کسی وقت ان کا جواب دیں تو میں پھر ان کے جوابات سے اپنی تشنگی دور کرسکوں۔ اس مضمون کا ایک تفصیلی خط تھا مگر افسوس جو تاریخ انہوں نے دی تھی۔ اس تاریخ کے بعد خط مجھے ملا ہے کہ اس تاریخ کو خصوصیت سے وہ ہماری مجلس سوال و جواب میں میرے جواب سننے کے لئے آئیں گے لیکن خطبات تو ہر جگہ ریکارڈ بھی ہوتے ہیں۔ اگر یہ خطبہ ان تک پہنچے جن دوست نے مجھے خط لکھا تھا تو اس کا جماعت سے ریکارڈ لے کر ان کو اس میں شامل کرلیں۔

ان کا سوال یہ تھا کہ صفات باری تعالیٰ کے علم کی ہمیں ضرورت کیا ہے؟ اسماءِ باری تعالیٰ ایک مضمون ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر پہلو سے قابل تعریف ہے۔ اس کی بعض صفات حسنہ ہیں اگر ہم ان کو نہ معلوم کریں تو ہمارا کیا نقصان ہے؟ اس کا تفصیلی جواب تو یہاں دینے کا وقت نہیں میں مختصراً یہ بتانا چاہتا ہوں کہ صفات باری تعالیٰ کے علم کے بغیر انسان ترقی کر ہی نہیں کرسکتا۔ کسی پہلو سے بھی انسان روحانی ارتقائی سفر طے نہیں کرسکتا جب تک صفات باری تعالیٰ سے وہ واقف نہ ہو اور اس کے مضمون کو سمجھے نہیں۔ وہ چونکہ جس طرح ان کا خط تھا اس سے مجھے اندازہ ہوا کہ بہت ذہین آدمی ہیں مگر وہ چاہتے یہ ہیں کہ مضمون اس طرح بیان کیا جائے کہ عامۃ الناس کو بھی سمجھ آئے۔ اس لئے میں زیادہ تفصیلی اور گہرائی سے اس کو بیان نہیں کروں گا۔ مختصراً صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ انسانی اور حیوانی زندگی کا ارتقاء صفات باری تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اس سے پہلے جو بھی موجودات تھیں وہ نہ سمیع تھیں نہ بصیری تھیں اور جانور بھی اگر سنتا تھا تو اس کا سننا فہم اور ادراک کے لحاظ سے اسے کوئی زیادہ فائدہ نہیں دیتا تھا کیونکہ بیان نصیب نہیں تھا، زبان نہیں تھی، اس لئے اکثر سننا اس کا آوازیں ہی تھیں اور دیکھنا بھی اس کے لئے کوئی بہت زیادہ فائدہ بخش نہیں تھا کیونکہ وہ دیکھ کر اس کی کنہہ کو نہیں سمجھ سکتا تھا۔ اس کے پس منظر میں جو باتیں ہیں ان کا شعور نہیں رکھتا تھا۔ تو ارتقائی سفر میں خدا تعالیٰ نے سب سے زیادہ جو نمایاں نعمت بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ دیکھو انسان کس طرح ماں کے پیٹ میں مختلف حالتوں سے گزرا ہے اور اس کی کچھ بھی حالت نہیں تھی ابتداء میں۔ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا (الدھر:۲) پیدا ہوا ہے تو سننے والا بھی ہے اور بولنے والا بھی ہے۔ تو سمیع اور بصیر صفات باری تعالیٰ کے سمجھنے

سے اور آئندہ اس سفر میں ترقی کرنے سے ایسا ہی تعلق ہے جیسے ایک مسافر کا زادراہ سے تعلق ہوتا ہے۔ کوئی شخص اپنے ساتھ زادراہ لے کر نہ چلے تو وہ سفر میں یا ہلاک ہو جائے گا یا لوگوں کی محتاجی میں پڑا رہے گا۔ پس زادراہ کے لئے دو صفات جو انسان کو اللہ نے عطاء فرمائی ہیں ایک سننے والی ہے اور ایک دیکھنے والی ہے اور سننے کے نتیجے میں الہام سے اس کا تعلق پیدا ہوتا ہے اور دیکھنے کے نتیجے میں خدا تعالیٰ کی سنت پر غور کر کے اس کو اور بصیرت عطا ہوتی ہے۔ اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ صفات باری تعالیٰ کو کل عالم میں جیسا وہ جلوہ گر ہو رہی ہیں ان پر غور کرے، ان پر فکر کرے اور ان جیسا بننے کی کوشش کرے۔ جوں جوں انسان خالق کے قریب ہونے کی کوشش کرتا ہے اسی حد تک اس کی زندگی کا مقصد پورا ہوتا ہے۔ ورنہ وہ واپس جانوروں کی حالت کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ انسان میں اور جانور میں جو فرق ہے وہ صفات باری تعالیٰ کی اعلیٰ جلوہ گری اور ایک مبہم سی جلوہ گری کا فرق ہے۔ جانوروں میں جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے سننے کی طاقت بھی ہوتی ہے دیکھنے کی طاقت ہوتی ہے لیکن کسی جانور کی زندگی کے تعلق میں اللہ تعالیٰ نے اسے سَمِيْعًا بَصِيْرًا (النساء: 59) قرار نہیں دیا۔ پہلی بار انسان کے حق میں یہ دو صفات بیان فرمائی ہیں جو اللہ کی صفات ہیں۔

تو انسان سے پہلے کی زندگی میں صفات باری تعالیٰ ایک مبہم حالت میں رہتی ہیں اور کوئی معین ٹھوس پیغام اس کو ایسا نہیں دیتیں کہ وہ اپنے گردوپیش، اپنے ماحول سے بالا ہو کر کائنات میں خدا پر غور کر سکے اور کائنات کے خدا پر غور کرنا اس کی وسعتوں کے ساتھ، اس کی گہرائی کے ساتھ انسان کے سمیع اور بصیر ہونے کا تقاضا کرتی ہیں اور یہی جانور کے ساتھ فرق ہے۔ تو زادرہ تو لے لیا اور سفر اختیار ہی نہ کیا تو کیسی بے وقوفی ہوگی۔ تیاری ساری کر لی لیکن آگے قدم نہ بڑھایا۔ پس آگے قدم بڑھانا صفات باری تعالیٰ کے تعارف کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے اور دوسرا یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ (البقرہ: 157) میں ہمیں یہ پیغام دیا گیا ہے کہ ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ اب جس کی طرف لوٹ کر جانا ہے اگر آپ کی صفات اس کے ہم مزاج نہ ہوں تو اس کی طرف لوٹ کر جانا ہی جہنم کا دوسرا نام ہے اور اگر آپ کی صفات اس کے ہم مزاج ہو جائیں اور آپ ان کو سمجھیں اور ان سے لذت یاب ہوں اور اتنی پیاری لگیں کہ اپنی ذات میں ان کو جاری کرنے کی کوشش کریں تو اس وقت پھر اس کی لقاء جنت بن جاتی ہے۔ تو انسان کی

جنت اور جہنم کا فیصلہ اس بات پر منحصر ہے کہ ہم صفات باری تعالیٰ کو اس کی حقیقت، اس کی کنہہ کے ساتھ سمجھتے ہیں یا نہیں اور اگر سمجھتے ہیں تو اس جیسا بننے کی ضرور کوشش کریں گے اگر نہیں سمجھتے تو اس جیسا بننے کی کوشش نہیں کریں گے اور اس کا دوہرا نقصان ہے۔ وہ جہنم جو بعد میں ملنی ہے اس سے پہلے اس دنیا میں بھی ہم خود اپنے لئے جہنم بنا لیتے ہیں۔

تمام عالم پر غور کر کے دیکھ لیں ہر فساد کی جڑ کسی اسم الٰہی کی مخالفت کے نتیجے میں ہے۔ جہاں جہاں اسماء الٰہی کی بے حرمتی انسان اپنے عمل سے کرتا ہے وہاں وہاں فساد پیدا ہوتا ہے وہاں وہاں انسان کے لئے جہنم نکل آتی ہے۔ تو اس دنیا کا ہمارا عمل قطعی طور پر ثابت کر دیتا ہے کہ جو جہنم بعد میں بنے گی وہ بھی ہمارے اعمال سے ہی بنے گی اور اس کا انحصار بھی صفات باری تعالیٰ کے قریب تر ہونے یا اس سے دور تر ہٹنے کے اوپر ہے۔ اگر قریب تر ہوں گے تو جنت کی طرف کا سفر ہے اگر صفات باری تعالیٰ سے دور ہٹ رہے ہوں گے تو جہنم کی جانب سفر ہے اور اس دنیا میں بھی انسان روزمرہ کے مشاہدہ سے یہ بات جانتا ہے اور سمجھنے کی اہلیت رکھتا ہے کہ ہر فساد کی جڑ کسی صفت الٰہی کی مخالفت ہے۔ کہیں انسان عدل سے گر جاتا ہے، کہیں رحم سے گر جاتا ہے، کہیں اور صفات باری تعالیٰ ہیں۔ علم کی صفت ہے اور بہت سی صفات ہیں ان میں جہاں جہاں بھی کمی آئے وہاں وہاں انسان اپنے لئے ایک جہنم بنا لیتا ہے۔

اب وہ قومیں جو صاحب علم ہیں وہ بعض دفعہ جانے بوجھے بغیر بھی خدا کی ایک صفت سے مشابہت اختیار کر جاتی ہیں اور جہاں جہاں وہ صفت علیم کے قریب ہوئی ہیں وہاں وہاں انہوں نے اپنی جنت بنائی ہے۔ اس لئے یہ بہت ہی وسیع اور گہرا مضمون ہے۔ اس کا تمام کائنات سے تعلق ہے۔ اس لئے چونکہ ہماری زندگی، ہماری بقاء، ہماری بہبود، ہمارے مضرات اور ہمارے نقصانات کا اس مضمون سے تعلق ہے اور سمیع بصیر ہمیں بنایا اس لئے گیا ہے تا کہ ہم صفات باری تعالیٰ پر غور کر سکیں اس لئے لازم ہے کہ ہم ان صفات کو سمجھیں اور ان کے دائیں طرف بیٹھیں، ان کے بائیں طرف نہ آئیں۔ دائیں طرف بیٹھنے کا مضمون یہ ہے کہ جو بعض عیسائیوں نے سمجھا نہیں کہ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے خدا کے دائیں طرف بیٹھ گئے۔ دائیں طرف سے مراد یہ ہے کہ نیکیوں کے ساتھ، اس کی اطاعت میں جان دے دی اور اس کے دائیں ہاتھ بیٹھے یعنی اس کی مخالفت میں نہیں آئے اور

بائیں ہاتھ کا مضمون قرآن کریم سے پتا چلتا ہے کہ مخالفت کا مضمون ہے۔ چنانچہ بائیں ہاتھ والوں کو جہنم کی خوشخبری دی گئی ہے۔ دائیں ہاتھ والوں کو جنت کی خوشخبریاں دی گئیں ہیں تو دائیں اور بائیں سے مراد یہاں تائید یا مخالفت کا ہاتھ ہے۔

پس صفات باری تعالیٰ کے دائیں ہاتھ بیٹھنے والے اپنے لئے جنت بناتے ہیں اور بائیں ہاتھ بیٹھنے والے اپنے لئے جہنم بناتے ہیں۔ تو اگر صفات کا پتا ہی کچھ نہیں تو آپ کو کیا پتا کدھر بیٹھنا ہے اور کدھر نہیں بیٹھنا۔ پھر تو آپ کی زندگی حادثات کا نتیجہ بن جائے گی اس سے زیادہ اس کی کوئی حقیقت نہیں رہے گی۔ پس اس مختصر جواب کے بعد اب میں واپس اس مضمون کی طرف آتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے غَنِيٌّ حَمِيدٌ مال کی اس کو ضرورت نہیں ہے لیکن تم غنی نہیں ہو، تمہیں ضرورت ہے اور اس ضرورت کو پورا کرنے کا ایک ذریعہ یہ ہے کہ غنی خدا سے تعلق باندھو۔

اب یہ جو مضمون ہے اس کو انسان اپنی روزمرہ کی زندگی میں اپنے مشاہدے کے اوپر اطلاق کر کے دیکھے تو پھر اس کو سمجھ میں آتی ہے کہ کیا ضرورت ہے غرباء کو کہ امیروں کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ تحفے پیش کرتے ہیں اور اگر کوئی تحفہ نہ ہو غریب کے پاس، فقیر ہو تو وہ کہتے ہیں سبز پتا ہی اس کا بادشاہ یا امیر کے حضور ایک تحفے کے طور پر پیش کر دینا کافی ہے۔ جو امیر کو تحفے دیتا ہے اس کا امیر کے ساتھ تعلق اس رنگ میں قائم ہوتا ہے کہ امیر اس کو لوٹا کے دیتا ہے اور زیادہ دیتا ہے ورنہ بہت سے ایسے لوگ ہیں جو امیروں کے لئے تو محنت کرتے ہیں اور ان کو تحفے دیتے ہیں غریب کی طرف نظر ہی نہیں کرتے اور اپنے سے ادنیٰ کو کچھ نہیں دیتے۔ اپنے سے اعلیٰ کو دیتے ہیں حالانکہ ضرورت اس کو ہے جو اس سے ادنیٰ ہے۔ جن کے پاس کچھ نہیں ہے۔ ان کو چھوڑ کر اعلیٰ کی طرف جو رجوع کرتے ہیں تو دل میں اصل میں یہ حرص ہوتی ہے کہ ہم جو مال دیں وہ بڑھ کر واپس ملے، ضائع نہ ہو۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ غنی سے تعلق جوڑنا تمہارا کام تمہارے فائدے میں ہے اگر اللہ تعالیٰ یہ مالی قربانی کا نظام نہ رکھتا اور تحائف قبول نہ کرتا تم سے تو پھر تمہارا نقصان تھا۔ تمہارا اللہ سے مالی قربانی کا تعلق قائم نہ ہوتا اور اس پہلو سے تمہارے اموال کو وہ برکت نہ ملتی جو طبعاً اور فطرتاً ایک غریب آدمی کے امیر آدمی سے تعلق کے نتیجے میں اس کو برکت ملتی ہے اور وہ برکت ہمیشہ اس کی اس پاکیزہ کوشش کے نتیجے میں یا بہت ہی ایک دلنواز کوشش کے نتیجے میں ہے جو امیر کو اپنے تخت گاہ سے دلنواز دکھائی دیتی ہے۔ اس کی

اپنی نیت کچھ بھی ہو امیر جب اپنی بلندی سے ایک غریب کو تحفہ پیش کرتے ہوئے دیکھتا ہے تو اس کا دل اس کی تعریف، اس کی محبت سے بھر جاتا ہے کہ دیکھو اس غریب کے پاس کچھ بھی نہیں پھر بھی اتنا تعلق ہے مجھ سے کہ میری خاطر قربانی کر کے یہ سب کچھ لایا ہے اور پھر انسان اس کے نتیجے میں اس پر بہت مہربان ہو جاتا ہے یعنی اگر کوئی شریف النفس ہو تو وہ اس سے بہت مہربانی کا سلوک کرتا ہے۔

اللہ جو غنی ہے جس کے پاس سب خزانے ہیں جب وہ اپنے بندوں کو موقع دیتا ہے کہ تمہیں جو میں نے دیا ہے اس میں سے کچھ پیش کرو تو اس لئے نہیں کہ وہ ضرورت مند ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ امیر سے امیر آدمی بھی کسی نہ کسی پہلو سے ضرورت مند بھی رہتا ہے اور وہ حمید نہیں ہوتا۔ مگر اللہ تو حمید ہے اسے تو ادنیٰ بھی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے جب وہ کسی ضرورت مند کو اپنے حضور کچھ پیش کرتے ہوئے دیکھتا ہے اور اس سے اس کا تعلق غنی کا استغنا کی صورت میں نہیں رہتا ہے بلکہ حمید دولت مند کے طور پر یہ ہوتا ہے جو صاحب تعریف ہے اور صاحب تعریف ہونے میں یہ بات لازم ہے کہ نیکی کا بدلہ اس سے بہت بڑھ کر عطا کیا جائے۔

تو اس پہلو سے جو ہمارا چندوں کا نظام ہے۔ اس میں غنی اور حمید کو سمجھنا ضروری ہے لیکن اگر کوئی غنی کو پیش کرے لیکن دل میں خساست ہو، چاہتا ہو کچھ پیش بھی ہو جائے نام بھی لکھا جائے لیکن میری چیزوں میں کمی نہ آئے، کمی آئے تو میری خبیث چیزوں میں آئے، کھانا گل سڑ رہا ہے کیوں نہ اس کو فقیر کو دے کر اس کی بدبو سے نجات پائیں اور اللہ کی رحمت بھی حاصل کر لیں۔ یہ جو چیز ہے یہ بھی غنی سے ایک تعلق قائم کرتی ہے مگر استغناء کا تعلق۔ اللہ ایسے شخص میں ان معنوں میں غنی ہوتا ہے کہ وہ مستغنی ہو جاتا ہے اس کو کوئی پرواہ نہیں ہوتی اس کی۔ وہ خدا کے نام پر گندی چیز دیتا ہے۔ تو اپنے نام پر کیوں نہیں دیتا۔ خدا کی خاطر اس کا بہانہ رکھ کر گند پھینکتا ہے کہیں اور کہتا ہے کہ میں نے خدا کو راضی کرنے کے لئے یہ فعل کیا ہے۔ تو یہ چیز ناراضگی کا موجب بنتی ہے، خدا سے پیار کرنے کا موجب نہیں بنتی۔

اور چندے کے تعلق میں اس مضمون کو سمجھنا بہت ضروری ہے کیونکہ ہمارا نظام ایک پاک روحانی نظام ہے۔ یہاں وہی چندہ باعث برکت ہوگا جو اس مضمون کو سمجھ کر پھر ادا کیا گیا ہو۔ چنانچہ یہ دونوں جماعتیں ایسی ہیں بنگلہ دیش اور یوگنڈا جن میں چندوں میں کمزوری پائی جاتی ہے۔ بنگلہ دیش میں خدا کے فضل سے بعض جو فدائی مخلصین ہیں وہ بہت بڑے بڑے بوجھ اُٹھاتے ہیں۔ بڑی بڑی

قربانیاں کرنے والے موجود ہیں لیکن کچھ عرصہ ان سے اس طرح کھلم کھلا قربانیاں قبول کرنے کے بعد میں نے ان کو روک دیا اور جماعت کو اجازت نہیں دی کہ اب ان سے کچھ وصول کیا کریں جیسے از خود وہ وصول کیا کرتے تھے۔ اس میں یہ حکمت ہے جو صفات باری تعالیٰ کو سمجھنا اور ان کے مطابق عمل کرنا۔ وہ جب خرچ کرتے تھے تو رفتہ رفتہ ان کا جماعت میں ایک مقام ابھرا اور جماعت کی نظر ان پر پڑنے لگی گویا کہ وہ غنی ہیں اور اس کا دوہرا نقصان ہوا۔ جو چندے دینے والے عام لوگ تھے وہ سمجھتے تھے کہ جب بھی ضرورت پڑے جماعت ان کے حضور حاضر ہو جایا کرے گی، ان سے ضرورتیں پوری ہو جائیں گی اور عام آدمی کا قربانی کا معیار بڑھانے کی ضرورت ہی کوئی نہیں۔ ساری جماعت پر اس کا ایک گہرا منفی اثر پڑا اور ان کے ایمان کے لئے بھی خطرہ تھا، ان کے عجز، انکسار، ان کے خلوص کو بھی خطرہ لاحق تھا۔ چنانچہ جب یہ خطرہ پیدا ہوا کہ اگر ہر دفعہ ایسے موقع پر ان کو اجازت دی جائے کہ وہ آگے بڑھ کر ساری جماعت کی ضرورتیں پوری کریں تو نعوذ باللہ من ذالک شیطان ساتھ لگا ہوا ہے ان کے اندر کہیں یہ دماغ میں کیڑا نہ آجائے کہ ہم غنی ہیں اور دین کی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے یہ لوگ ہماری طرف جھکتے ہیں۔ تو وہی مضمون کہ ہم غنی ہیں اور اللہ محتاج ہے۔ یہ بعض دفعہ شعوری طور پر، بعض دفعہ لاشعوری طور پر انسان کو ہلاک کر دیتا ہے۔ تو ان دونوں حکمتوں کے پیش نظر میں نے جماعت کو نصیحت کی کہ ان کے پاس اپنی ضرورتوں کے لئے آپ نے ہرگز نہیں جانا آپ کو اجازت ہی نہیں ہے۔ از خود اگر یہ شوق سے کچھ پیش کرنا چاہیں تو مجھے لکھیں اور میں اس کو جماعت کو واپس کروں گا۔ جس طرح چاہوں، چاہے ان کا نام لوں یا نہ لوں۔ اس کے بعد کچھ توازن میں معاملہ آ گیا۔ ان کے خرچ بھی اعتدال پسند ہو گئے اور وہ جو بڑھ بڑھ کر غیر معمولی ضرورتیں پوری کرنے کا جو شوق تھا وہ مناسب حد اعتدال تک اتر آیا اور عمومی طور پر توجہ نسبتاً پہلے سے زیادہ چندوں کی طرف ہوئی۔

چنانچہ بنگلہ دیش کے چندوں کو آپ دیکھیں تو جب سے یہ ذرائع اختیار کئے گئے ہیں اللہ تعالیٰ نے کمی نہیں کی، چندوں میں نمایاں اضافہ ہوا ہے لیکن بعض اور ایسے پہلو ہیں جن کی طرف ابھی اصلاحی توجہ نہیں ہو سکی۔ جن کے متعلق اب میں اعلان کرنا چاہتا ہوں اور اس کے نتیجے میں بعض پہلوؤں سے جماعت کا نقصان جاری ہے۔ وہ پہلو یہ ہے کہ اللہ جو حمید ہے یہ صرف پیسے کے معاملے میں غنی اور حمید نہیں ہے بلکہ خدمات کے معاملے میں بھی غنی اور حمید ہے۔ اگر کسی ڈر سے انسان یہ سمجھتے

ہوئے کہ اگر ہم نے ان پر Disciplinary Action لیا، کوئی تأدیبی کارروائی کی تو یہ اپنی خدمتوں سے ہاتھ کھینچ لیں گے نظام جماعت کی بے حرمتی کرتے ہوئے ان سے غیر منصفانہ سلوک کرتا ہے۔ غیر منصفانہ ان معنوں میں کہ بعضوں سے، غریب لوگوں کی نسبتاً کم صاحب حیثیت لوگوں سے اور سلوک اور ان سے کچھ اور سلوک ،تو امتیازی سلوک کو بھی غیر منصفانہ سلوک ہی کہا جاتا ہے۔ پس اس پہلو سے میں غیر منصفانہ کا لفظ استعمال کر رہا ہوں کہ ان کے خوف سے، ان کے خدمت سے ہاتھ کھینچنے کے نتیجے میں انسان اگر ان کی طرف توجہ کرتا ہے اور ان کی ان کمزوریوں سے پردہ پوشی کر لیتا ہے، نظام جماعت جن کمزوریوں سے صرف نظر کی ان کو اجازت نہیں دیتا تو یہ ایک شرک بھی ہے اور خدا کے غنی اور حمید ہونے کا ایک عملی انکار ہے۔

چنانچہ جو نمائندہ میں نے اس دفعہ مجلس شوریٰ کے لئے بھجوایا ہے ان کو اس بات کی تاکید کی ہے کہ ایک بھی ایسا آدمی مجلس شوریٰ میں شامل نہ ہو جو خدا کے حضور اپنے چندوں کے معاملے میں صاف نہ ہو اور غریب ہو یا امیر ہو یہ بالکل بحث نہیں ہے۔ اگر امیر چندے کھا رہا ہے تو اس کو اجازت نہیں ہوگی مجلس شوریٰ میں شامل ہو۔ اگر غریب دو کوڑی بھی اخلاص سے دے رہا ہے اور قاعدے اور قانون کے مطابق دے رہا ہے تو وہ عزت کے لائق ہے اس کو ضرور نظام جماعت میں شامل کرنا ہے۔ جب یہ نصیحت کی گئی تو ایک حیرت انگیز بات سامنے آئی کہ باوجود اس کے کہ عموماً چندوں میں حالت پہلے سے بہت بہتر تھی، ایک لمبے عرصے سے جماعت اس قانون کو نظر انداز کر کے کہ بعض بڑے بڑے لوگ بعض جماعتوں کے متاثر جائیں گے ان کی اس کمزوری سے صرف نظر کرتے ہوئے جماعت نے ان کو عہدے بھی دیئے ہیں رکھے تھے اور ان کو مجلس شوریٰ کا ممبر بھی بنایا ہوا ہے۔ جب یہ پیغام پہنچا تو ان کا گھبرایا ہوا خط مجھے ملا میں نے کہا کہ میں آدمی بھیج رہا ہوں اور اس کو یہ تاکید کر دی ہے میں نے۔ اس لئے آپ کو متنبہ کر رہا ہوں۔ اس کا تو مطلب ہے کہ پھر مجلس شوریٰ کے ممبر تھوڑے رہ جائیں گے۔ میں نے کہا الحمدللہ اس سے اچھا اور کیا ہو سکتا ہے کہ تھوڑے ہوں اور پاکیزہ ہوں۔ وہ جو آپ نے بھرتی کی ہوئی تھی، سارا نقصان اسی کا ہے۔ ان کی وجہ سے جماعت کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ خدا غنی ہے اور حمید بھی ہے۔ اس کو کمزوردانوں کی اس وجہ سے کہ کہیں خدا کی خدائی بھوکی نہ مرنے لگے ضرورت نہیں ہے۔ وہ دانے تو اللہ خود ضائع فرما دیتا ہے۔ اس کا قانون ضائع کر دیتا ہے اور انہی کی

حمایت کرتا ہے جو اچھے بیج ہوں۔ تو اس لئے آپ کی خبر سے ایک لحاظ سے مجھے افسوس بھی ہوا، ایک لحاظ سے خوشی ہوئی۔ خوشی اس لحاظ سے کہ آئندہ مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ آپ کا نظام اب بلوغت کی طرف بڑی تیزی سے بڑھے گا اور بہت سی برکتیں جن سے آپ محروم چلے آرہے تھے۔ اب محروم نہیں رہیں گے اور افسوس اس بات پر ہے کہ آپ نے اس کو نظر انداز کیا، میرے علم میں لائے ہی نہیں، ناجائز حرکت کی ہے۔ آپ پر اعتماد کیا گیا تھا آپ کو مرکزی عہدے دیئے گئے تھے تا کہ نظام جماعت کی حمایت کریں لیکن آپ نے بزدلی اور کمزوری دکھائی اور نظام جماعت کے معاملے میں معاملہ اپنے ہاتھ میں لیا۔ نیتیں اپنی طرف سے اچھی رکھیں، نیتیں یہ تھیں کہ یہ دور دور کی جماعتوں کے لوگ ہیں، بیچارے خدمت کرتے ہیں، آ بھی جاتے ہیں۔ اس لئے ان کو اگر ہم نے قانونی طور پر مؤاخذے کی فہرست میں داخل کر لیا یعنی مؤاخذہ ہمارا ہوتا گیا ہے، یہی کہ ووٹ نہیں دینا، تم عہدیدار نہیں بن سکتے۔ اس سے زیادہ تو کوئی مؤاخذہ نہیں ہوتا، مگر چونکہ جماعت کو ایسے ہی مؤاخذے کی عادت ہے اس لئے مؤاخذہ محسوس ہوتا ہے۔ یعنی ہماری جماعت میں سختی، گالی گلوچ، کوئی اور سزا بدنی یا دوسری نہیں ملتی لیکن یہی کافی ہے کہ تم ووٹ نہیں دو گے اب اور یہ سب محسوس کرتے ہیں بڑی سختی کے ساتھ، تلخی کے ساتھ، بعض محسوس کرتے ہیں اور اصلاح پذیر ہو جاتے ہیں۔ بعض محسوس کرتے ہیں اور پھر جماعت کے نظام پر باتیں بنانا شروع کر دیتے ہیں تو جو جو کرتے ہیں ویسا ہی اللہ سے حصہ پاتے ہیں لیکن یہ یاد رکھیں کہ اللہ غنی بھی ہے اور حمید بھی۔ آپ کی بری باتیں جو نظام جماعت کو پہنچتی ہیں وہ اللہ کو نہیں پہنچتیں کیونکہ وہ حمید ہے اور بالکل بے کار ہے، ہوا میں چاند پر تھوکنے والی بات ہے۔ اس سے کوئی بھی فرق نہیں پڑتا ہے اور جہاں تک آپ کی محنت یا آپ کے خلوص کا تعلق ہے۔ اگر آپ جماعت کے لئے کچھ بھی نہ کریں تو اللہ اس بات کا محتاج نہیں ہے کہ آپ کی مدد لے اور وہ دو طرح سے اپنے غنی اور حمید ہونے کا اظہار فرماتا ہے۔ ایک تو یہ کہ تھوڑے ہونے کے باوجود جو اخلاص سے خدمت کرنے والے ہیں، جو قربانی کرنے والے ہیں۔ ان کی خدمتوں میں بہت برکت رکھ دیتا ہے اور دوسرے یہ بتانے کے لئے کہ تم عددی نقصان بھی جماعت کو نہیں پہنچا سکتے۔ کثرت سے ایسے لوگ پیدا کر دیتا ہے۔ جو پھر ان کی طرح نہیں کرتے وہ اطاعت میں اور اپنے اخلاص میں ان سے بہتر ثابت ہوتے ہیں۔ تو دو طرح سے اس کا غنی اور حمید ہونا نتھر کر اور ابھر کر اور چمک کر جماعت کے

سامنے آتا ہے اور ہمیشہ یہی ہوا ہے کبھی اس میں آپ کوئی استثناء نہیں دیکھیں گے۔

تو انہی دو موقع پر جہاں یہ مضمون چلتے ہوں غنی اور حمید کا اکٹھا ذکر ہمیں قرآن کریم میں ملتا ہے۔ اس کی مثال میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں لیکن اس سے پہلے میں یوگنڈا کے متعلق بھی بتا دوں کہ یوگنڈا میں بھی مالی کمزوری ہے اور قربانی کی کمزوری ہے اور یہی وجہ ہے کہ یوگنڈا باقی افریقہ کی جماعتوں پر جو خدا کے فضل نازل ہو رہے ہیں۔ ان سے نسبتاً محروم ہے۔ سارے مشرقی افریقہ میں بعض کمزوریاں ایسی پائی جاتی تھیں جن کے نتیجے میں مغربی افریقہ میں جماعت کی نشو ونما کے مقابل پر مشرقی افریقہ میں عشر عشیر بھی نہیں تھیں، غیر معمولی فرق تھا لیکن اب جبکہ مغربی افریقہ اور بھی زیادہ جاگ کر پہلے سے بعض جگہوں میں سوگناہ رفتار کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے۔ تو یہ جو برکت کی ہوا چلی ہے۔ اس میں مشرقی افریقہ کی رفتار بھی تیز سے تیز تر ہو رہی ہے اور امید ہے چند سال میں کایا پلٹ جائے گی لیکن یہ ہوا معلوم ہوتا ہے یوگنڈا پہ نہیں چلی اور اس معاملے میں وہ ان برکتوں سے محروم چلا آ رہا ہے۔ اس کے عناصر کچھ اور بھی ہیں جن کا یہاں ساری عالمگیر جماعت کے سامنے رکھنا مناسب نہیں ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان کی طرف توجہ کی جائے گی۔ مگر مالی قربانی کے لحاظ سے بھی وہ کمزور ہیں اور اس معاملے میں بھی عہدوں کے معاملے میں ان کی بعض کمزوریوں سے صرف نظر کی گئی لیکن گزشتہ چند سال سے میں نے ان کی جماعت کو پوری طرح آگاہ کر دیا ہے کہ آپ خدا کا ساتھ دیں نہ دیں، رہیں نہ رہیں، مجھے اس پہلو سے نظام جماعت کی کوئی فکر نہیں، آپ کی فکر ہے۔ آپ کا نقصان میرے لئے تکلیف دہ ہوگا لیکن یہ خیال کہ مجھے نظام جماعت کی فکر ہے بالکل وہم ہے۔ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ اللہ غنی بھی ہے اور حمید بھی ہے۔ اس کو قطعاً آپ کی مدد کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ خود پیدا کر دے گا اور اگر نظام جماعت کا احترام کیا گیا اور اس کے نتیجے میں ناراضگی پیدا ہو تو اللہ خود سنبھالے گا۔ اس لئے جو بعض بڑے بڑے بت بنے ہوئے تھے میں نے کوئی پرواہ نہیں کی۔ میں نے کہا ان کو کام سے الگ کر دیں معذرت کے ساتھ اور بے شک نئے آدمی آگے لائیں لیکن ابھی تک کچھ ایسی کمزوریاں ہیں کہ عمومی طور پر تعداد میں کمی ہے اور اس کی ایک بڑی وجہ یوگنڈا کی ملکی بیماری ہے۔ سارے یوگنڈا میں جہاں اللہ تعالیٰ نے بعض پہلوؤں سے ان کی عقلوں کو باقی افریقہ کے مقابل پر اگر برابر نہیں تو بعض دفعہ ان سے زیادہ جلا بخشی ہے، کم نہیں ہے کہیں بھی۔ آپ افریقہ کا دورہ کرتے

ہوئے جب یوگنڈا جاتے ہیں تو وہاں کے نوجوان جو مسائل اُٹھاتے ہیں، دینی تعلیم نہ ہونے کے باوجود قرآن کریم کا مطالعہ کرتے ہیں۔ ان کی نظر گہرے گہرے مطالب پر اُترتی ہے۔ ان کے سوال بھی بڑے عارفانہ ہوتے ہیں، مجادلانہ بھی ہوں تو بات کم سے کم غور کرنے کے بعد کرتے ہیں۔ تو اس پہلو سے میں نے یوگنڈا کی عقل کو بہت روشن پایا۔ یہ خوبی ہے اور یہی وجہ ہے کہ ایک وقت تک یوگنڈا کو سارے افریقہ میں تعلیمی لحاظ سے ایک جوہر خالص قرار دیا جاتا تھا۔ تمام دنیا کے ماہرین علم کی رائے میں یوگنڈا افریقہ میں تعلیم کے لحاظ سے زیادہ ممتاز اور روشن دماغ تھا اور وہ روشنی ابھی بھی وہاں ملتی ہے لیکن بعض بدیوں نے اس روشنی پر تاریکی کا سایہ کر دیا ہے اور ایک بدی ان میں سے جو سب سے زیادہ ہے وہ ہے جھوٹ۔ جھوٹ عام ہو گیا ہے وہاں اور بددیانتی بہت ہوگئی ہے۔ یہ دو چیزیں ہیں جنہوں نے یوگنڈا کو ہر پہلو سے شدید نقصان پہنچایا ہے۔

وہاں کے جو سربراہ مملکت تھے ان سے ملاقات کے دوران میں نے کھل کر یہ بات پیش کی۔ میں نے کہا کہ آپ کو اخلاقی قدروں کی فکر کرنی چاہئے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بہت دولتیں عطا کی ہیں۔ مشرقی افریقہ میں سب سے امیر ملک یوگنڈا ہے اور صلاحیتوں کے لحاظ سے اللہ نے آپ کو صلاحیتیں بھی بخشی ہیں، علم کی دولت، ذہن کی جلا، ہر چیز موجود ہے لیکن دو باتیں ہیں جنہوں نے آپ کو ہر اس پہلو سے فائدے سے محروم کر دیا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے بطور نعمت آپ کو عطا کیا تھا۔ ایک جھوٹ کی عادت اور دوسرے بددیانتی۔ کوئی فیکٹری، کوئی کاروبار وہاں چل ہی نہیں سکتا بددیانتی کی وجہ سے اور اتنی زیادہ ہے کہ عام آدمی تصور بھی نہیں کر سکتا۔ خدا کرے اب پہلے سے فرق پڑھ چکا ہو۔ مگر یہ بات جو میں بتا رہا ہوں یہ یوگنڈا کی برائی کی نیت سے انہیں بدنام کرنے کے لئے نہیں بلکہ یہ سمجھانے کی خاطر، اب مجلس شوریٰ ہو رہی ہے وہاں۔ ان کو میں یہ پیغام بھیج رہا ہوں کہ جماعت اس بات کا جہاد شروع کرے۔ اپنے اندر سے یہ دو برائیاں اکھیڑ پھینکے کیونکہ جو بددیانت ہے وہ غنی سے تعلق نہیں جوڑتا بلکہ غیر اللہ سے تعلق جوڑ کر پیسے کھانے کی کوشش کرتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کو غنی سمجھتا نہیں اور دنیا کو اور مادے کو غنی سمجھتا ہے۔ اس لئے جو میں بات کر رہا ہوں غنی کے حوالے سے کر رہا ہوں کہ اگر آپ غنی خدا سے تعلق جوڑنا چاہتے ہیں تو اس کے مستغنی پہلو سے نہ جوڑیں اس کی غناء جو عظمت ہے دولت کی یا ملکیت کی اس سے تعلق باندھیں اور اس سے تعلق باندھنے کا ایک اور

ذریعہ یہ ہے کہ اس کے سوا ہر چیز کے غنی ہونے کا انکار کر دیں۔ رزق مانگیں تو اس سے مانگیں، توکل کریں تو اس پر کریں، غنی سمجھیں تو صرف اس کو سمجھیں۔ اگر آپ یہ کریں تو بددیانتی اس طرح غائب ہو جاتی ہے جیسے روشنی کے نتیجے میں اندھیرے غائب ہو جاتے ہیں۔ ایسے شخص کے ذہن میں بددیانتی کا تصور آ ہی نہیں سکتا اور پھر وہ جو کچھ خدا کے حضور پیش کرتا ہے اس کے لئے لازم ہے کہ اسے سجا کر اس طریق پر پیش کرے کہ غنی ہونے کے باوجود اسے پیار سے قبول کرے۔

اس لئے بعض لوگ اپنی غربت کی کمزوری ڈھانپنے کے لئے جب تحفہ پیش کرتے ہیں تو بعض دفعہ بچے بھی خاص طور پر اس کو سجاتے ہیں۔ اس کے اردگرد کوئی چیزیں، پھول لگاتے ہیں، عجیب وغریب سی حرکتیں کرتے ہیں جو عام ذوق کا معیار ہے اس سے تو گری ہوئی ہوتی ہیں لیکن جہاں تک ان کے پیار کی قبولیت کا تعلق ہے ان کا معیار بہت بلند ہے کیونکہ ہر لکیر جو بچہ ڈالتا ہے کہ میں خوش ہو جاؤں کسی طریقے پر۔ کبھی سرخ سیاہی سے، کبھی سبز سیاہی سے، کبھی نیلی سے، کبھی پھول بناتا ہے تاکہ وہ جو اس نے چھوٹا سا تحفہ رکھا ہے اس کو ایسے کاغذ میں لپیٹے جس پر اس نے اپنے ہاتھ سے پھول بوٹے بنائے ہوں۔ تو وہ پھول بوٹے اپنی ذات میں تو کوئی کشش کا موجب نہیں مگر اس کی ادا بہت پیاری ہوتی ہے۔ اس کی کوشش نظر کو اچھی نہیں لگتی بلکہ اپنی محبت میں خرید لیتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کا جو بندوں سے تعلق ہے وہ یہ نسبت جو میں نے مثال پیش کی ہے اس کے مقابل پر اس کی نسبت اتنی زیادہ ہے کہ ہم اس کو شمار ہی نہیں کر سکتے۔ ہم ہر چیز جو خدا کے حضور بہت ہی سجا کر بھی پیش کریں اللہ کے نزدیک جو حقیقت میں غنی ہے اور ذوق کے اعتبار سے خدا کا ذوق اس کی خلقت میں اس کی ہر چیز میں جو دکھائی دیتا ہے وہ ہماری سجاوٹ کی کوئی حیثیت نہیں سمجھتا فی الحقیقت لیکن کیونکہ حمید ہے صرف غنی نہیں ہے اس لئے وہ اپنے حمد کے جلوے میں ہم پر اُترتا ہے اور صاحب حمد بن کر ہماری کمزور چیزوں کو بھی پیار کی نظر سے دیکھتا ہے۔ مگر نیتوں پر نظر رکھتے ہوئے نہ کہ ظاہر پر نظر رکھتے ہوئے۔ اسی لئے قرآن کریم کی جو آیت میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہے اس میں فرمایا ہے۔ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ دیکھو خبیث کی نیت نہ کرنا۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ ہم نیت نہ بھی کریں تو پھر بھی مال خبیث ہو سکتا ہے۔ بعض دفعہ ایک انسان کو پتا نہیں ہوتا اپنے کسی پیارے کو تحفہ بھیجا اور اس عرصے میں اس کے علم کے بغیر اس میں زہر پیدا ہو چکا تھا اور دوسرے دن حال پوچھا تو پتا لگا ساری رات ان بے چاروں کو الٹیاں آتی

رہیں اور بے حال رہے حالانکہ جس نے بھیجا تھا اس کی نیت میں کوئی فتور نہیں تھا۔ تو بسا اوقات نیت میں فتور نہ ہونے کے نتیجے میں بھی چیز خراب ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خراب چیز کی میں بحث چھیڑتا ہی نہیں۔ تمہاری نیت پاک ہوتو ہر چیز کو قبول کرلوں گا اور نیت پاک ہوتو، دراصل تو تمہاری ساری چیزیں ایسی ہیں ہی نہیں جو خدا کے لئے قبول کرنے کے لائق ہیں۔ نیت ہی ہے جو فرق ڈالتی ہے۔ اس لئے نیتوں کو پاک صاف رکھنا اور اگر نیتیں پاک ہوں تو پھر ہر کوشش جو نیت کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے وہ پیاری لگتی ہے۔ وہ سجی ہوئی چیز خواہ دنیا کے ذوق سے کتنی ہی گری ہوئی ہو مگر اگر نیت میں محبت ہے اور خوش کرنا ہے تو ہر حالت میں وہ چیز اچھی لگے گی۔

پس خدا تعالیٰ نے یہ حکمت ہمیں سکھائی ہے کہ میری راہ میں قربانی پیش کرتے ہوئے اپنی نیتوں کو کھنگالو، ان کو صاف ستھرا رکھو اور پاکیزہ کی نیت باندھو، پھر دیکھو میں تم سے کیسا سلوک کرتا ہوں اور ایسا غناء کا سلوک کروں گا۔ جس سے تم حمد کے ترانے گاؤ گے اور پہلے سے بڑھ کر مجھے حمید سمجھو گے۔ پس بنگلہ دیش ہو یا یوگنڈا یا دوسری جماعتیں وہ اس پیغام کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں قربانی پیش کرتے وقت پہلے اپنی نیتوں کو درست اور پاک کریں اور جو سب سے اچھا ہے وہ پیش کریں۔ جس میں گندگی مل گئی ہے وہ مال جو گندہ ہے، جو رشوت کی کمائی ہے مثلاً یا حرام خوری ہے، لوگوں کے پیسے کھا کر اکٹھا کیا گیا ہے وہ خدا کے حضور پیش ہو ہی نہیں سکتا۔ آپ کو پتا ہے کہ اس لئے آپ نے نیت کرتے وقت فیصلہ کرنا ہے کہ محض پاک مال جو میرے علم میں پاکیزہ اور صاف ستھرا ہے وہی میں پیش کروں گا۔

جہاں تک ناپاک مال کا تعلق ہے۔ وہ انسان کی طرف سے خدا کے حضور پیش ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ گستاخی بھی ہے اور گناہ بھی ہے۔ اس ضمن میں ایک بات سمجھانے والی ہے کیونکہ اکثر لوگوں کے دماغ میں جو سود کے معاملے میں نظام جماعت کے مسلک پر غور کرتے ہیں یہ سوال اُٹھ سکتے ہیں۔ اگر سودی روپیہ ہو تو کہا یہ جاتا ہے کہ اسے دین کے سپرد کردو خدا کی راہ میں وہ روپیہ خرچ ہو جائے گا۔ تو سوال یہ ہے کہ ان آیات کا اس مسلک سے تصادم تو نہیں ہے۔ ایک طرف اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ نہیں کرنا، کوئی گندی چیز میرے حضور پیش نہیں کرنی اور دوسری طرف جماعت کہتی ہے کہ وہ سب سے خبیث کمائی سود کی کمائی جو ہے وہ اللہ کے حضور دے دیا کرو۔

اس کا کوئی حرج نہیں ہے۔

وہ لوگ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیصلے کی فراست اور گہرائی سے واقف نہیں ہیں۔ان کو یہ تضاد دکھائی دیتا ہے حالانکہ اس میں کوئی تضاد نہیں۔دو باتیں ہیں جو آپ کو اچھی طرح مال کے معاملے میں سمجھنا چاہئے۔مال فی ذاتہ نہ خبیث ہوسکتا ہے، نہ پاک ہوسکتا ہے۔مال والے کے ساتھ اس کا جو تعلق ہے وہ اسے خبیث یا پاک قرار دیتا ہے۔ایک کنچنی جو مال کماتی ہے جب وہ مال اپنے اوپر خرچ کرتی ہے تو وہ خبیث مال ہے اگر اسے اپنی طرف سے خدا کے حضور پیش کرتی ہے تو خبیث مال ہے لیکن اگر وہ مال پھینک دے اور کوئی اُٹھائے اور نیک اور پاکباز انسان ہو اور یہ سمجھتے ہوئے کہ اس کا کوئی وارث نہیں وہ کسی غریب کو دے دے یا کسی اچھے کام پر لگا دے تو مال اپنی ذات میں گندہ نہیں ہوسکتا۔اس لئے کنچنی جب اپنے مال سے کوئی چیز خریدتی ہے تو دکاندار اس مال کو گندہ کر کے ایک طرف نہیں پھینکتا۔اگر وہ جانتا بھی ہو کہ یہ کسی عورت کا ہے اور اس نے غلط طریقے پہ مال کمایا تھا تو اس کا اس کے ساتھ جو معاملہ ہے وہ محض تجارت کا معاملہ ہے اور اگر دکاندار نے بددیانتی کوئی نہیں کی تو وہ مال جب دکاندار کے ہاتھ میں آتا ہے۔تو پاک ہوتا ہے۔اس لئے مال فی ذاتہ گندہ ہو ہی نہیں سکتا۔نہ مال فی ذاتہٖ اچھا ہوسکتا ہے۔ہاں کھانے پینے کی چیزیں فی ذاتہٖ گندی بھی ہو جاتی ہیں اور اچھی اور طیب بھی ہوتی ہیں۔

اب رہا یہ مضمون کہ سود کو کیا کرنا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کسی سود کی کمائی والے کو یہ نہیں کہا کہ اپنی طرف سے اسے چندہ دے دو کیونکہ جب وہ اپنی طرف سے چندہ دے گا تو اپنی طرف سے، اپنی نیت سے، اپنے گندے مال کو خدا کے حضور پیش کر رہا ہوگا اور یہ گستاخی بھی ہے اور گناہ بھی ہے۔جو مال وہ سمجھتا ہے کہ خبیث ہے وہ اپنی طرف سے دے سکتا ہی نہیں۔اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا کہ تم چندہ دے دو۔آپ نے فرمایا نہ یہ چندہ نہ اس کا کوڑی کا ثواب ملے گا۔سوال صرف یہ رہ جاتا ہے کہ ایک مال ہے اگر تم نے اپنے تعلق سے اس کو کاٹ دیا تو اس کی خباثت ختم کیونکہ سود اگر تم استعمال کرتے ہو تو وہ سود بن جاتا ہے اور خباثت کہلاتا ہے۔جب تم اپنی ذات سے اس کا تعلق کاٹ دیتے ہو تو محض مال ہے۔اس کے خرچ میں تمہاری کوئی نیت نہ ثواب کی نہ جزاء کی کچھ بھی نہیں ہے۔آپ نے فرمایا ایسے مال کو تم کیا کرو گے۔آپ نے فرمایا

خدا کی طرف لوٹایا جا سکتا ہے۔ چندے کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ہر چیز کا وہ مالک ہے۔ اس لئے بجائے اس کے کہ اس کو مٹی میں پھینک دو یا کوئی اور شخص اُٹھا کے اس کو استعمال کرے تو تم خدا کی طرف اس اصول کے پیش نظر لوٹاؤ کہ مالک کل وہ ہے اور مال اپنی ذات میں جو خدا کی طرف لوٹے گا وہ گندہ نہیں ہوسکتا۔ ہاں اگر سود دکمانے والا سود کی کمائی چندہ کے طور پر دیتا ہے۔ تو خبیث مال ہے اس لئے اس مال سے چندہ دیا ہی نہیں جا سکتا۔

یہ وہ حکمت ہے جس کے نہ سمجھنے کے نتیجے میں بعض لوگوں کے دلوں میں سوال اُٹھتا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے کہیں اشارةً بھی وہ سود کا روپیہ جو بنک دیتے ہیں۔ ان کو چندے میں دینے کا ذکر نہیں فرمایا۔ آپ نے فرمایا یہ تمہاری ملکیت نہیں ہے کیونکہ تمہیں سود کی کمائی لینے کا حق ہی کوئی نہیں۔ جب تمہاری ملکیت ہی نہیں رہی تو سودی پہلو اس سے جھڑ گیا ہے۔ کیونکہ سودی ملکیت کا تصور جو ایک مال کے رشتے کو ایک آدمی سے باندھتا ہے اس تصور میں خباثت ہے جب تم مالک رہے ہی نہیں اس کے تو وہ سود بھی نہ رہا۔ کچھ بھی نہ رہا۔ اب وہ ایک مال ہے اسے کیا کرو۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم نہ لو گے تو بطور مال کے عام طور پر اس زمانے میں یہ ہوتا ہے کہ بنک ایسے مال کو جس کا مالک نہ ہو۔ اس کو چرچ کو دے دیا کرتا تھا اور حکومت کے کچھ ایسے قوانین تھے۔ تو آپ نے فرمایا اب اس کی حیثیت صرف مال کی رہ گئی ہے۔ تم نے استعمال نہیں کیا تم نے چندہ دیا نہ کھایا نہ کسی اور مصرف میں لائے اس مال کو اب کیا کرنا ہے کہاں پھینکنا ہے۔ اگر تم خدا کی طرف نہیں لوٹاؤ گے تو خدا کی مخالفانہ طاقتوں کی طرف لوٹ جائے گا۔ اس لئے اس کو خدا کی طرف لوٹا دو کہ اے خدا تو مالک کل ہے۔ تیرا مال اور میں اس سے اپنا ناجائز تعلق جو قائم ہوا تھا میں کاٹ دیتا ہوں۔ تو سود کی حلت کا کوئی اشارہ بھی اس فیصلے میں نہیں پایا جاتا اور حرمت کا تعلق چونکہ نیت سے ہے اس لئے اپنی نیت سے وہ چندے دے ہی نہیں رہا۔ اس کا خدا کے حضور خبیث مال پیش کرنے کا سوال ہی کوئی نہیں۔ جو دے گا اس کو پتا ہے کہ میرا ایک کوڑی کا بھی اس میں ثواب نہیں کیونکہ میری ملکیت نہیں۔

پس وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہم اس کو بعض غریبوں پر خرچ نہ کردیں۔ بعض اپنے عزیزوں پر خرچ نہ کردیں کیونکہ سود کی مناہی تو درحقیقت غریبوں کی حق تلفی کے لئے کی گئی ہے۔ تو میں ان کو یہ لکھتا ہوں کہ آپ کی چیز ہی نہیں ہے آپ کس طرح خرچ کرسکتے ہیں۔ جو دنیا میں خدا کی ملکیت کا نمائندہ نظام

ہے اس کے سوا اس مال کو کسی کو خرچ کرنے کا حق نہیں۔ اس لئے آپ آنکھیں بند کر کے اس طرح واپس کر دیں خدا کو کہ تیرا نظام اس دنیا میں تیری نمائندگی کر رہا ہے وہ اس روپے کو جہاں چاہے خرچ کرے ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں ہمارا تعلق ٹوٹ گیا۔ ہمارا پیسہ ہے ہی نہیں اور جب آپ کا پیسہ نہیں رہا تو وہ سود کا پیسہ نہیں رہا وہ اسی طرح ایک مال بن گیا جیسے مال چکر کھاتا رہتا ہے ہاتھوں میں اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔

تو یہ ضمناً میں نے یہ مسئلہ چھیڑا ہے مگر آخر پر میں بنگلہ دیش کی جماعت کو بھی اور یوگنڈا کی جماعت کو بھی متوجہ کرتا ہوں کہ مالی لحاظ سے بھی حمید خدا کی طرف لوٹیں اور دنیا کے اموال کی کچھ پرواہ نہیں نہ کریں لیکن جو دے گا اور خدا کو اخلاص کے ساتھ دے گا اللہ اس کے ساتھ برکت کا سلوک فرمائے گا اور وہ اپنے خدا کو غنی اور حمید پائے گا اور جو نہیں دے گا اور کنجوسی کرے گا تو وہ کنجوسی اپنے خلاف کرے گا اور خدا کی غناء اس کے لئے استغناء بن کر ابھرے گی اور اس سے بے پرواہ اور مستغنی ہو جائے گی۔ اس لئے اس کی بھی پرواہ نہ کریں کہ کوئی آدمی جسے ناجائز طور پر آپ عزت نہ دیں، عہدے نہ دیں۔ وہ اپنی خدمت کا ہاتھ کھینچ لے گا۔ اگر وہ کھینچے گا تو وہ اللہ کو غنی اور حمید پائے گا۔ اور اللہ سے بہت زیادہ مؤثر خدمت کرنے والے نظام جماعت کو عطا کرے گا۔ یہ وہ کامل توحید کا پہلو ہے جو غنی اور حمید کے تعلق سے ہمارے سامنے ابھرتا ہے۔ اس پر قائم رہیں اور اللہ پر توکل کریں اور اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو اور اس پر عمل کرنے کے نتیجے میں آپ دیکھیں گے کہ ہر پہلو سے خدا کے فضل کے ساتھ برکتوں کی بارشیں نازل ہوں گی اور دنیا کے ان مبارک حصوں سے آپ الگ نہیں رہیں گے۔ جہاں آج خدا کے فضل سے موسلا دھار بارشوں کی صورت میں نازل ہو رہے ہیں۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق دے۔ آمین۔